Al-Mīthāq ***(Research Journal of Islamic Theology)***
ISSN: 2791-0989 (P), 2791-0997 (E)
Volume 05, **Issue** 01, January - March 2026, **PP**: 206-219
Open Access at: https://almithaqjournal.org/

Article QR

انسدادِ افلاس اور سماجی عدل: ابراہیمی مذاہب کا مشترکہ بیانیہ

Eradication of Poverty and Social Justice: A Shared Narrative of Abrahamic Faiths

1. Muhammad Rouf Ul Hassan raouf.ul.hassan1122@gmail.com	*Visiting Lecturer, University of Education, Lahore.*
2. Iqra Masood iqram7046@gmail.com	*Visiting Lecturer, University of the Punjab, Lahore.*

How to Cite:	Muhammad Rouf Ul Hassan and Iqra Masood. 2026: "Eradication of Poverty and Social Justice: A Shared Narrative of Abrahamic Faiths". Al-*Mīthāq (Research Journal of Islamic Theology)* 5 (01): 206-219.
Article History:	**Received**: 03-03-2026 · **Accepted**: 20-03-2026 · **Published**: 31-03-2026

Copyright:	**©The Authors**
Licensing:	This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License.
Conflict of Interest:	Author(s) declared no conflict of interest.

Abstract & Indexing

Publisher

HIRA INSTITUTE
of Social Sciences Research & Development

انسدادِ افلاس اور سماجی عدل: ابراہیمی مذاہب کا مشترکہ بیانیہ

Eradication of Poverty and Social Justice: A Shared Narrative of Abrahamic Faiths

1. **Muhammad Rouf Ul Hassan**
   Visiting Lecturer, University of Education, Lahore.
   raouf.ul.hassan1122@gmail.com

2. **Iqra Masood**
   Visiting Lecturer, University of the Punjab, Lahore.
   iqram7046@gmail.com

Abstract

This research article explores the profound ethical, social, and economic commonalities among the three Abrahamic faiths: Islam, Christianity, and Judaism. The core of the study highlights that the scriptures and teachings of these religions place paramount importance on principles such as love, mercy, justice, and empathy. A central focus is given to the "Golden Rule" treating others as one would wish to be treated as a shared cornerstone across these traditions. In the realm of economic transactions, the study demonstrates a unified emphasis on integrity: Judaism's insistence on business ethics, Christianity's focus on fair trade, and Islam's mandate for transparency in weights and measures. Furthermore, regarding prohibitions, the paper analyzes how all three faiths provide a collective moral framework against social evils like murder, theft, and oppression, exemplified by the 'Ten Commandments' and Qur'anic injunctions. The research concludes that these shared teachings are not merely spiritual guidelines but offer a robust foundation for building a just and peaceful society aimed at safeguarding human rights and alleviating socio-economic deprivation.

Keywords: *Abrahamic Faiths, Social Justice, Economic Ethics, Comparative Religion, Poverty Alleviation, Moral Framework.*

تمہید

اسلام، عیسائیت اور یہودیت تینوں الہامی مذاہب ہیں جو ایک ہی خدائی سرچشمے سے وابستہ ہیں اور ان کے بنیادی اخلاقی و معاشرتی اصول بھی ایک جیسے ہیں۔ یہ تینوں مذاہب انسان کی روحانی اور دنیاوی فلاح کو لازم وملزوم سمجھتے ہیں، اور فرد و معاشرے دونوں کی بہتری کے لیے جامع تعلیمات فراہم کرتے ہیں۔ تینوں الہامی مذاہب اسلام، یہودیت اور عیسائیت کی مشترکہ تعلیمات کا مطالعہ اس حقیقت کو واضح کرتا ہے کہ انسان کی معاشی فلاح اور غربت کے خاتمے کے لیے نہ صرف روحانی بلکہ عملی رہنمائی بھی ان مذاہب میں بھرپور انداز سے فراہم کی گئی ہے۔ "سنہری اصول"(Golden Rule)یعنی اپنے بھائی کے لیے وہی پسند کرنا جو اپنے لیے کیا جائے، ان تینوں مذاہب کی روح ہے۔ اسی طرح مالی معاملات میں دیانت داری، ناپ تول میں شفافیت اور ناجائز منافع خوری کی ممانعت وہ مشترکہ بنیادیں ہیں جو ایک منصفانہ معاشی نظام کی ضمانت دیتی ہیں۔ غربت کے خاتمے اور سماجی عدل کے حوالے سے تینوں مذاہب کی مشترکہ تعلیمات آئندہ سطور میں بیان کی جاتی ہیں۔

غرباء و مساکین کو تسلی

تمام آسمانی مذاہب نے معاشرے کے کمزور اور نادار افراد کی دلجوئی، امداد اور تسلی کو اخلاقی، روحانی اور سماجی فریضہ قرار دیا ہے۔ غربا و مساکین کی عزت نفس کی بحالی اور ان کے ساتھ شفقت و ہمدردی کا مظاہرہ، دین کی اصل روح کا عکس ہے۔ اسلام، یہودیت اور عیسائیت تینوں میں واضح تعلیمات موجود ہیں جو یہ باور کراتی ہیں کہ مستحق افراد کی دلجوئی صرف خیرات نہیں بلکہ عبادت کا درجہ رکھتی ہے۔

دینِ اسلام

معاشرے کے مختلف افراد کئی لحاظ سے ایک دوسرے سے مختلف ہیں۔ ان میں قطعی مساوات نہیں پائی جاتی۔ ویسے بھی مختلف انسانوں میں فطری طور پر عدم مساوات رکھی گئی ہے۔ رنگت، صحت، صلاحیت، ذہانت، محنت وغیرہ میں فرق پایا جاتا ہے اس سے ان سب کی کمائی نہ تو یکساں ہو سکتی ہے اور نہ ہی ان میں برابری پائی جاتی ہے۔ بلکہ قرآنی آیات سے بھی حسب مراتب اور مختلف درجوں کا فرق واضح ملتا ہے۔ آیت کا مفہوم ہے کہ "اور جس چیز میں خدا نے تم میں سے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے اس کی ہوس مت کر، و مردوں کو ان کاموں کا ثواب ہے جو انہوں نے کئے اور عورتوں کو ان کاموں کا ثواب ہے جو انہوں نے کئے اور خدا سے اس کا فضل (و کرم) مانگتے رہو کچھ شک نہیں کہ خدا ہر چیز سے واقف ہے"[1] اسی طرح ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا: "تمہارا خدا جس کے لئے چاہتا ہے رزق کشادہ کر دیتا ہے اور جس کے لئے چاہتا تنگ کر دیتا ہے وہ بندوں کے حال سے واقف ہے اور انھیں دیکھ رہا ہے۔"[2]
قرآنی تعلیمات کا نچوڑ یہ ہے کہ غربت و مسکنت اللہ تعالیٰ کی ناراضگی نہیں بلکہ اس کی حکمت اور آزمائش کا ایک خاص پہلو ہے، جس کا مقصد بندے کے تقویٰ اور توکل کو پرکھنا ہے۔ کائنات کی ہر اکائی کے رزق کی ذمہ داری خود خالق کائنات نے لی ہے۔ یہ عارضی محرومی دراصل اس ابدی اجر کا پیش خیمہ ہے جو اللہ نے اپنے صابر بندوں کے لیے تیار کر رکھا ہے۔

یہودیت

یہودی تعلیمات کے مطابق غربت دنیا میں ہمیشہ موجود رہے گی، اور اس کا مقابلہ ہمدردی اور عملی مدد کے ذریعے کیا جانا چاہیے۔ بنی اسرائیل کو حکم دیا گیا تھا کہ کھیت میں سے فصل مکمل صاف نہ کی جائے بلکہ کونوں میں سے فصل بالکل نہ کاٹی جائے تاکہ غریب اور مسافر لوگ اسے اپنی خوراک بنالیں۔ یہ بھی حکم دیا گیا تھا کہ انگور کی بیلوں میں سے سب انگور اور دوسرے تمام پھل سب کے سب نہ اتارے جائیں بلکہ اس میں غریبوں کا حصہ بھی رہنے دیا جائے۔ زیتون کے درخت ایک بار جھاڑنے کا حکم دیا گیا ہے اور دوسری بار جھاڑنے سے منع کیا گیا ہے۔ اگر کھیت میں کوئی پولا رہ جائے تو اس پر بھی غریبوں کا حق تھا۔ اسی طرح جو کچھ بچ جائے وہ غریب، نادار، مسکین، بیوہ، یتیم اور پردیسی کا حق گردانا گیا۔ ارشاد فرمایا: "کیوں کہ زمین پر ہمیشہ غریب موجود ہوں گے، اسی لیے میں تمہیں حکم دیتا ہوں کہ اپنے بھائی، محتاج اور غریب کے لیے اپنے ہاتھ کھلے رکھو۔"[3] یہ حکمت غربت کو انسانی معاشرت کی ایک مستقل حقیقت قرار دیتی ہے اور اس امر کی وضاحت کرتی ہے کہ غربت کو نظر انداز نہیں کیا جاسکتا، بلکہ اس کے ساتھ مہربانی اور عملی مدد کی ضرورت ہے۔

عیسائیت

انسانی حیات میں سب سے ناکام اور خراب کرنے والی چیز مایوسی ہے۔ جب انسانوں میں مایوسی پھیل جاتی ہے تو وہ اپنی حالت بدلنے کے لیے کوئی تگ و دو نہیں کرتے بلکہ وہ اپنی حالت مایوسی اور بے یقینی کے ساتھ برداشت کرتے ہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام

نے فرمایا: ”غریب ہی ہیں جو سب سے پہلے برکت پائیں گے اور آسمان کی بادشاہی کے وارث ہوں گے۔ آپؑ نے ایک غریب کے ہدیہ کی قدر ایک دولت مند کے ہدیہ سے زیادہ کی۔“[4] متی کی انجیل میں یہ واضح الفاظ ملتے ہیں: "مبارک ہیں غریبِ روح، کیوں کہ آسمان کی بادشاہی اُن ہی کی ہے۔"[5] فرمایا: غریبوں کو مبارک ہو کیوں کہ خدا کی بادشاہی تمہاری ہے۔[6]

یہ تعلیمات ظاہری غربت اور باطنی عاجزی کے درمیان ربط بتاتی ہیں۔ اناجیل میں حضرت عیسیٰ کا غریبوں، بیماروں اور معاشرتی طور پر پسے ہوئے لوگوں سے خصوصی تعلق دکھایا گیا ہے فرمایا: کیا خدا نے دنیا کے غریبوں کو نہیں چن لیا کہ ایمان میں امیر ہوں؟[7] اس موضوع پر "میتھیو ہنری" کی شرح بہت جامع ہے، جو غریبوں کے ساتھ ہمدردی کو ایمانی تقاضا قرار دیتی ہے۔ لکھتے ہیں:

> ”خداوند کے نزدیک غریبوں کی تحقیر دراصل اس کے خالق کی تحقیر ہے۔ کتابِ مقدس کی شروحات واضح کرتی ہیں کہ مساکین کو تسلی دینا اور ان کے ساتھ حسنِ سلوک کرنا محض ایک اخلاقی فعل نہیں بلکہ یہ اس الٰہی محبت کا عکس ہے جو خدا اپنے بندوں سے رکھتا ہے۔“[8]

دنیا میں اکثر لوگ غریبوں کو صرف خدمت کرنے یعنی ان سے اپنی خدمت لینے کے مواقع تک محدود رکھتے ہیں اور معاشرہ میں اسے کمزور اور کم تر درجہ خیال کرتے ہیں۔ حضرت عیسیٰؑ نے اس تصور کو الٹ دیا اور غریبوں کو تسلی دی۔ ان کے ہدیہ کو امیروں کے ہدیوں سے زیادہ وقعت اور زیادہ عزت دی تا کہ غریبوں کے اندر سے احساس کمتری اور احساس محرومی ختم ہو جائے۔ لہٰذا اگر معاشرہ میں غریبوں کی حوصلہ افزائی کی جائے تو یہ عمل ان کی غربت ختم ہونے میں بہت زیادہ معاون ثابت ہو سکتا ہے۔

حلال ذرائع

معاشرتی پاکیزگی اور اقتصادی عدل کے لیے ضروری ہے کہ دولت کے حصول کے ذرائع جائز اور شفاف ہوں۔ تینوں مذاہب نے ناجائز کمائی، دھوکہ دہی، اور استحصال کی سختی سے ممانعت کی ہے، اور حلال، مباح اور اخلاقی ذرائع سے رزق کمانے کی تاکید کی ہے۔ ذیل میں ہم دیکھیں گے کہ ان مذاہب نے کن الفاظ میں ان اصولوں کو بیان کیا ہے۔

دینِ اسلام

قرآن وحدیث میں حلت وحرمت میں واضح طور پر تفاوت کو بیان کیا گیا ہے اور حکم دیا گیا ہے کہ کمائی حلال طریقوں سے ہونی چاہئے حلال اشیاء ہی استعمال کی جانی چاہئیں۔ حرام طریقوں سے پرہیز کیا جائے ناجائز ذرائع سے حاصل شدہ اشیاء استعمال نہ کی جائیں۔ لہٰذا ناجائز قسم کے کاروبار شراب افیون، رشوت ستانی، بد دیانتی، چوری، ذخیرہ اندوزی، خیانت اور دھوکہ دہی سے حاصل کیا ہوا مال ناجائز کہلاتا ہے اس طرح ناپ تول میں کمی بیشی کرنا، گانے بجانے قحبہ گری، بت گری، فال گیری اور اسی طرح اور بہت سے پیشے جن سے کمائی حاصل ہوتی ہے وہ ناجائز گنی جاتی ہے اس سلسلے میں چند آیات کے مفاہیم درج ذیل ہیں:

- ”اور تم لوگ آپس میں ایک دوسرے کے مال ناروا طریقے سے نہ کھاؤ۔“[9]
- ”لہٰذا وزن اور پیمانے پورے کرو لوگوں کو ان کی چیز میں کم تول کر نہ دیا کرو۔“[10]

اسلامی معیشت کی بنیاد حلال رزق پر ہے۔ اسلام نے معاشی زندگی میں حلال وحرام کی واضح حد بندی کی ہے تا کہ دولت کا حصول اور خرچ دونوں اخلاقی، جائز اور منصفانہ طریقے سے ہو۔ جب معاشرے کے افراد رزقِ حلال کو اپنا شعار بناتے ہیں تو وہ دھوکہ، سود، ذخیرہ اندوزی، رشوت اور حرام ذرائع سے بچتے ہیں۔

یہودیت

یہودیت میں بھی اخلاقی کمائی پر زور دیا گیا ہے، خاص طور پر مزدور کے حقوق اور غریبوں کے حصے کی ضمانت دی گئی ہے فرمایا: "اس کی مزدوری سورج غروب ہونے سے پہلے ادا کرو، ورنہ وہ تمہارے خلاف فریاد کرے گا اور تم گناہ گار ٹھہرو گے"[11] اسی طرح فرمایا: ”اور جب تم اپنی زمین کی پیداوار کی فصل کاٹو تو تو اپنے کھیت کے کونے کونے تک پورا پورا نہ کاٹنا اور نہ کٹائی کی گری پڑی بالوں کو چن لینا، اور تو اپنے انگور کے بیلوں کا دانہ دانہ نہ توڑ لینا اور نہ اپنے انگور کے گرے ہوئے دانوں کو جمع کرنا۔ ان کو غریبوں کے لیے چھوڑنا، میں خداوند تمہارا خدا ہوں۔“[12]

یہودی قانون میں دھوکہ دہی، چالاکی، یا سود خوری کی سخت مذمت کی گئی ہے۔ ساتھ ہی یہ بھی حکم دیا گیا ہے کہ پیداوار کا کچھ حصہ غربا، یتیموں، بیواؤں اور پردیسیوں کے لیے چھوڑ دیا جائے۔ اگرچہ یہاں تفصیلی حلال و حرام کی فقہی تقسیم موجود نہیں، تاہم عملی اخلاقیات اور معاشرتی انصاف پر زور دیا گیا ہے۔

عیسائیت

عیسائیت میں حرام ذرائع سے کمائے گئے مال کو ہلاکت قرار دیا گیا۔ متی میں دولت کو روحانی نجات میں رکاوٹ بتایا گیا ہے فرمایا: ایک دولتمند آدمی کے بادشاہی خداوندی میں داخل ہونے کی نسبت اونٹ کا سوئی کے ناکے سے نکلنا آسان ہے۔"[13] نئے عہد نامے کے مطابق پیسے کی محبت ہر برائی کی جڑ ہے۔[14] ایک اور جگہ ہے کہ ”اور لوگوں نے اس سے پوچھا کہ پھر ہم کیا کریں، تو اس نے جواب میں ان سے کہا کہ جس کے پاس دو کُرتے ہوں وہ اس کو جس کے پاس نہ ہو بانٹ دے اور جس کے پاس کھانا ہو وہ بھی ایسا ہی کرے۔“[15]

اس کی تشریح میں میتھیو ہنری لکھتے ہیں: جو توبہ کا اقرار کریں انہیں توبہ کے لائق زندگی بسر کرنے کی فکر ہونی چاہیے، پس توبہ کے مطابق پھل لاؤ ورنہ تم آنے والے غضب سے نہیں بچ سکتے، اسی طرح یوحنا ہر ایک کو اس کے پیشہ اور مقام کے مطابق جواب دیتا ہے۔ وہ عام لوگوں کو ان کا فرض بتاتا ہے وہ یہ کہ عام لوگ غریب پرور ہوں۔ جس کے پاس دو کرتے ہوں وہ اس کو جس کے پاس نہ ہو بانٹ دے۔ اسے پورے دے دے یا کم سے کم ادھار دے تاکہ وہ بھی گرم رہے۔ انجیل قربانی نہیں بلکہ رحم پسند کرتی ہے۔ مقصد یہ کہ ہم اپنے مقدور بھر نیکی کریں۔ خوراک اور پوشاک زندگی کی دو اہم ضروریات ہیں جس کے پاس وافر خوراک ہو وہ اسے دے جس کو روزانہ روٹی کی کمی ہے۔ ہمارے پاس جو کچھ ہے ہم اس کے فقط مختار ہیں اور ضروری ہے کہ اسے اپنے مالک کی ہدایت کے مطابق استعمال کریں۔[16]

عیسائیت میں حلال ذرائع کا مفہوم محنت، سچائی اور دیانتداری سے رزق کمانا ہے، جہاں بائبل سستی کو گناہ اور ہاتھ کی مشقت کو برکت قرار دیتی ہے۔ اس مذہب میں وہی کمائی پاک ہے جو دوسروں کا حق مارے بغیر، انصاف کے ترازو پر پوری اور دھوکہ دہی سے پاک ہو، کیونکہ لالچ اور ناجائز منافع انسانی روح کو خدا سے دور کر دیتے ہیں۔

صدقہ و خیرات

غربت کے خاتمے اور دولت کی گردش کو یقینی بنانے کے لیے صدقہ و خیرات ایک مضبوط ذریعہ ہیں۔ مذہبی تعلیمات میں اسے محض مالی مدد نہیں بلکہ روحانی فریضہ بھی سمجھا گیا ہے۔ تینوں مذاہب نے معاشرے کے محروم طبقات کی کفالت کو فرض یا نیکی قرار دیا ہے۔ اب ہم ان تعلیمات کا جائزہ لیتے ہیں۔

دین اسلام

اسلام میں صدقہ و خیرات دو اقسام پر مشتمل ہیں:

- فرض صدقات
- نفلی صدقات

فرض صدقات

یہ محض ایک نیکی اور خیرات نہیں بلکہ ایک عبادت اور اسلام کے پانچ ارکان، توحید ورسالت، نماز، زکوۃ، روزہ اور حج میں سے تیسرا رکن ہے۔ قرآن مجید میں 37 مقامات پر اس کا اور نماز کا ایک ساتھ ذکر کیا گیا ہے اور پورے زور کے ساتھ بتایا گیا ہے کہ یہ دونوں چیزیں لازمہ اسلام اور مدانجات ہیں۔ فرمایا:

وَ مَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ۙ حُنَفَآءَ وَ يُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَ يُؤْتُوا الزَّكٰوةَ وَ ذٰلِكَ دِيْنُ الْقَيِّمَةِ[17]

اور ان لوگوں کو تو یہی حکم ہوا کہ اللہ کی بندگی کریں نرے اسی پر عقیدہ لاتے ایک طرف کے ہو کر اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ دیں اور یہ سیدھا دین ہے۔

خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَ تُزَكِّيْهِمْ بِهَا وَ صَلِّ عَلَيْهِمْ ؕ اِنَّ صَلٰوتَكَ سَكَنٌ لَّهُمْ ؕ وَ اللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ[18]

اے محبوب! ان کے مال میں سے زکوٰۃ وصول کرو جس سے تم انھیں ستھرا اور پاکیزہ کر دو اور ان کے حق میں دعائے خیر کرو بیشک تمہاری دعا ان کے دلوں کا چین ہے، اور اللہ سنتا جانتا ہے۔

یہ زکوٰۃ کی تعلیم بھی دین اسلام کا ایک رکن ہے۔ مسلم ملت میں کسی شخص کے شامل ہونے کے لیے جس طرح ایمان اور نماز ضروری ہے اس طرح زکوٰۃ بھی ضروری ہے۔ زکوۃ صرف معاشرے کی بھلائی ہی کے لیے نہیں ہے بلکہ خود زکوٰۃ دینے والوں کی اپنی روحانی ترقی اور ان کے اخلاق کی درستی اور ان کی فلاح و نجات کے لیے بھی ضروری ہے۔ یہ ایک ٹیکس نہیں ہے بلکہ نماز کی طرح ایک عبادت ہے۔ انسان کی اصلاح نفس کے لیے قرآن جو دستور العمل دیتا ہے، یہ اس کا ایک لازمی جز ہے۔

نفلی صدقات

قرآن پاک نے جن امور کو خاص طور پر اپنا موضوع قرار دیا اور بار بار جن کی تاکید کی، ان میں سے ایک خدا کی راہ میں خرچ کرنے کی ترغیب ہے۔ قرآن پاک میں ہے: اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کی مثال ایسی ہے جیسے ایک دانہ جس سے سات بالیاں اگتی ہیں، ہر بالی میں سینکڑوں دانے ہوتے ہیں اور اللہ جسے چاہتا ہے، مزید عطا کرتا ہے اور اللہ بڑی وسعت اور بڑا جاننے والا ہے، جو لوگ اپنا مال اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں، پھر خرچ کرنے کے بعد نہ تو احسان جتلاتے ہیں اور نہ ستاتے ہیں، ان لوگوں کو ان کے اعمال کا ثواب ان کے پروردگار کی طرف سے ملے گا اور قیامت کے دن نہ ان کو خوف ہو گا اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔[19] اسی طرح احادیث میں بھی خیرات و صدقات کی تلقین کی گئی ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا: خیرات لغزشوں کو اس طرح زائل کر دیتی ہے جیسے پانی آگ کو بجھا دیتا ہے۔[20] اسی طرح آپ ﷺ نے یہ بھی فرمایا: "(قیامت کے دن) ہر کوئی اپنی خیرات کے سائے میں ہو گا، تا آنکہ فیصلہ ہو جائے۔[21] شریعت اسلامیہ میں بڑے واضح انداز سے مال کو تقسیم کرنے کی تلقین کی گئی ہے اور حرص و بخل سے ڈرایا اور دھمکایا گیا ہے۔

یہودیت

یہود عہد نامہ قدیم کے بعد جس کتاب پر زیادہ ایمان رکھتے ہیں وہ کتاب تالمود کہلاتا ہے بلکہ یہودی قوم اور مذہب کی بقا بڑی حد تک تالمود کی مرہونِ منت ہے۔[22] تالمود میں غریبوں اور محتاجوں کی مدد کرنے اور ان کو کھانے پینے کی اشیاء فراہم کرنے سے متعلق تعلیمات کثرت سے موجود ہیں۔ یہاں تالمود سے چند اقتباسات پیش کیے جاتے ہیں:

"ابراہیمؑ چھبیس سال تک وہاں رہا اور اس نے اپنے سارے خاندان سمیت اس جگہ کو چھوڑ دیا اور حبرون کے نزدیک بیر شابع کو ملکیت کے طور پر لیا۔ یہاں اس نے ایک پیڑوں کا جھنڈ لگایا اور بڑے گھر تعمیر کیے جنھیں اس نے غریبوں اور ضرورت مندوں کے لیے ہمیشہ کھلا رکھا۔ وہ جو بھوکے ہوتے آزادی سے اندر داخل ہوتے اور اپنی خواہش کے مطابق کھانا کھاتے تھے اور وہ جو ضرورت مند ہوتے آزادی سے انھیں زندگی کی ضروریات مہیا کی جاتی تھیں۔ جب کوئی ابراہیمؑ کی اس فیض رسانی کے لیے اس کا شکریہ ادا کرنے کے لیے اسے تلاش کرتا تو وہ انہیں جواب دیتا کہ "اپنے خدا کا شکر ادا کرو جو ابدی خدا ہے اور جس نے سب چیزوں کو پیدا کیا اور جو کچھ ہم حاصل کرتے ہیں وہ سب کچھ اسی کا ہے اور اسی کی سخاوت کے وسیلہ سے ہم کھاتے اور پہنتے ہیں۔" بھوکوں کو کھانا کھلانا، ننگوں کو کپڑے دینا، مصیبت زدہ کے ساتھ مہربانی سے بولنا سب انسانوں کے ساتھ انصاف سے پیش آنا، ہمیشہ ابدی خدا کا شکر ادا کرنا یہ عقائد کی وہ دفعات تھیں جنہیں ابراہیمؑ نے تشکیل دیا اور انہیں کے مطابق ابراہیمؑ نے اپنی زندگی کو وضع کیا۔"[23]

اسی طرح یہودی تعلیمات میں دہ یکی سے مراد پیداوار کا دسواں حصہ خداوند کے نام دینا ہے۔ دہ یکی کا مقابل اسلام میں عشر ہے۔ دہ یکی میں احبار اور مقدس لوگوں کے علاوہ غریبوں، ناداروں، مسافروں اور بیواؤں کا حق موجود ہے۔[24] اسلام میں عشر کے ساتھ زکوٰۃ بھی فرض اور ان میں غرباء، مسافر اور دوسرے محتاجوں کا حصہ باقاعدہ مقرر ہے جبکہ یہودیت میں حصہ مقرر نہیں۔

عیسائیت

پرانے عہد نامہ میں اللہ تعالیٰ کے لیے دہ یکی دینے کے علاوہ لوگوں پر یہ بھی فرض تھا کہ محتاجوں اور غریبوں کو دل کھول کر خیرات دیں۔ نئے عہد نامہ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کے شاگردوں نے ان ہی تعلیمات کو اکثر جگہوں پر دہرایا ہے اور کہا ہے کہ مسیحیوں پر بھی لازم ہے کہ وہ اپنی دولت اور اپنے اموال واسباب سے بھوکوں اور محتاجوں کی خدمت کریں۔ فرمایا:

پس جب تو خیرات کرے تو اپنے آگے نرسنگانہ بجوا جیسے ریاکار عبادت خانوں اور کوچوں میں کرتے ہیں تاکہ لوگ ان کی بڑائی کریں۔ میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ وہ اپنا اجر پا چکے ہیں بلکہ جب تو خیرات کرے تو جو تیرا داہنا ہاتھ کرتا ہے اسے تیرا بایاں ہاتھ نہ جانے تاکہ تیری خیرات پوشیدہ رہے۔ اس صورت میں تیرا باپ جو پوشیدگی میں دیکھتا ہے تجھے بدلہ دے گا۔"[25]

اس کی تشریح ڈیرک میلکم نے اچھے الفاظ میں یوں کی ہے کہ جیسا کہ ذکر ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے محتاجوں کو دینے کی تعریف کی مگر وہ جانتے تھے کہ بہت سے لوگ علانیہ خیرات کرتے ہیں تاکہ وہ اپنی "راست بازی" کے کام سب کو دکھائیں۔ پوشیدگی میں دینے سے نہ تو لوگوں کی تعریف حاصل ہو سکتی ہے اور نہ راست بازی کا کھلا مظاہرہ ہو سکتا ہے۔ یہ خیرات کرنے والے کی نیت کی اصلیت کا امتحان کرنے کا عمدہ طریقہ ہے کہ وہ پوشیدگی میں خیرات کرے۔ خیرات صرف محتاجوں کی مدد کرنے کی غرض سے

دی جاتی ہے مگر اس طریقے سے غریب کی عزت اور وقار بھی برقرار ہے جب کہ خیرات دینے والا دنیاوی اجر جو دکھاوا ہے کی بجائے ابدی اجر کا حق دار ٹھہرے۔ اگر ہمیں انسانوں سے سچی محبت ہے اور ہم سچے دل سے ان کی مدد کرنے کے خواہاں ہیں تو ہم ان کی مدد کرنے کو صرف اس لیے آمادہ ہوں گے کہ وہ ہماری مدد کے محتاج ہیں۔ جس خیرات سے خیرات کرنے والے کو غرور ملے وہ حقیقی خیرات نہیں ہے۔ اسی طرح خیرات وصول کرنے والے کی بھی توہین ہوتی ہے اور اسے شرمسار کرتی ہے لیکن مسیحی معیار کے مطابق اہم تو محتاج شخص ہوتا ہے۔ پوشیدگی میں دینے کو خدا جانتا ہے اور وہ دینے والے کی نیت کا فیصلہ کر سکتا ہے۔ اگر ہم اصول بنالیں کہ محتاجوں کو سلیقے سے دیں گے اور کسی دوسرے کو خبر نہیں ہونے دیں گے تو اس طرح ہمیں اپنی نیت درست رکھنے میں مدد ملے گی اور ہمیں آسمان پر بڑا اجر ملے گا۔ جہاں صرف خدا ہی جانتا ہے کہ ہم نے اس دولت سے کیا کیا ہے جو اس نے ہمیں امانت کے طور پر دی۔[26]

اکتناز کی ممانعت

معاشرتی ناہمواری، دولت کے ارتکاز اور استحصال کو روکنے کے لیے تینوں مذاہب نے دولت کی منصفانہ تقسیم کے اصول دیے ہیں۔ یہ اصول نہ صرف فلاحی ہیں بلکہ سماجی استحکام کے ضامن بھی ہیں۔ اس حصہ میں ہم ان مذاہب کے مالیاتی عدل سے متعلق نظریات پر روشنی ڈالیں گے۔

دین اسلام

دولت حاصل کرنے کے غلط طریقوں کو حرام کرنے کے ساتھ قرآن مجید جائز طریقوں سے حاصل شدہ دولت کو بھی جمع کر کے روک رکھنے کی سخت مذمت کرتا ہے اور ہمیں بتاتا ہے کہ بخل ایک بہت بڑی برائی ہے، فرمایا:

وَالَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّہَبَ وَ الْفِضَّةَ وَ لَا يُنْفِقُوْنَهَا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۙ فَبَشِّرْہُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ[27]

اور جو جوڑ کر رکھتے ہیں سونا و چاندی اور اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے انہیں خوشخبری سناؤ الم ناک عذاب کی۔

وَ لَا يَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ بِمَآ اٰتٰہُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ہُوَ خَيْرًا لَّہُمْ ۭ بَلْ ہُوَ شَرٌّ لَّہُمْ ۭ سَيُطَوَّقُوْنَ مَا بَخِلُوْا بِهٖ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۭ وَ لِلّٰهِ مِيْرَاثُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ۭ وَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ[28]

اور جو بخل کرتے ہیں اس چیز میں جو اللہ نے انہیں اپنے فضل سے دی ہر گز اسے اپنے لئے اچھا نہ سمجھیں بلکہ وہ ان کے لئے برا ہے، عنقریب وہ جس میں بخل کیا تھا قیامت کے دن ان کے گلے کا طوق ہو گا اور اللہ ہی وارث ہے آسمانوں اور زمین کا اور اللہ تمہارے کاموں سے خبردار ہے۔

اسلام میں اکتناز (دولت جمع کر کے روک لینا) کی ممانعت اس لیے ہے تاکہ مال معاشرے میں گردش کرتا رہے اور معاشی نظام مفلوج نہ ہو۔ قرآن و سنت کی روشنی میں سونا چاندی اور نقدی کو تجوریوں میں بند رکھنا گناہ ہے کیونکہ یہ غریبوں کی حق تلفی اور معاشی جمود کا باعث بنتا ہے۔ اسلام کا مقصد یہ ہے کہ دولت محض چند ہاتھوں میں محدود نہ رہے بلکہ زکوٰۃ اور صدقات کے ذریعے ضرورت مندوں تک پہنچتی رہے۔

یہودیت

ویسے تو بنی اسرائیل کی تاریخ کے ہر دور میں ان کے اندر غرباء موجود تھے اور وہ من حیث القوم مختلف مشکلات، آفات اور مسافرت کی زندگی سے گزر چکے تھے۔ اسی تناظر میں عہد نامہ قدیم کے احکامات میں غریبوں، ناداروں، بیواؤں اور مسافروں کی مدد کا تصور اور فکر کو بار بار دہرایا گیا ہے فرمایا: چوں کہ زمین پر ہمیشہ غریب موجود ہوں گے، اسی لیے میں تمہیں حکم دیتا ہوں کہ اپنے بھائی،

محتاج اور غریب کے لیے اپنے ہاتھ کھلے رکھو۔"[29]

یہودی شریعت میں غریبوں کے حقوق کی حفاظت کا حکم بہت زور سے دیا گیا ہے، انھیں واضح الفاظ میں بتایا گیا ہے کہ وہ غریبوں کی طرف سے نہ اپنا دل سخت اور نہ اپنی مٹھی بند رکھیں بلکہ ناداروں، غریبوں اور محتاجوں کو فیاضی سے دیں۔ ارشاد ہے:

"جو ملک خداوند تیرا خدا تجھ کو دیتا ہے اگر اس میں کہیں تیرے پھاٹکوں کے اندر تیرے بھائیوں میں سے کوئی مفلس ہو تو اپنے اس مفلس بھائی کی طرف سے نہ اپنا دل سخت کرنا اور نہ اپنی مٹھی بند کر لینا۔ بلکہ اس کی احتیاج رفع کرنے کو جو چیز اسے درکار ہو اس کے لیے تو ضرور فراخ دستی سے اسے قرض دینا... اور چوں کہ ملک میں کنگال سدا پائے جائیں گے اس لیے میں تجھ کو حکم کرتا ہوں کہ تو اپنے ملک میں اپنے بھائی یعنی کنگالوں اور محتاجوں کے لیے اپنی مٹھی کھلی رکھنا۔"[30]

یہودیت میں اکتناز (دولت ذخیرہ کرنے) کی ممانعت اس نظریے پر مبنی ہے کہ مال معاشرے کی فلاح کے لیے گردش میں رہنا چاہیے۔ تورات کے احکامات کے مطابق کسانوں کے لیے فصل کا ایک حصہ غریبوں کے لیے چھوڑنا (Pe'ah) اور ہر ساتویں سال قرضوں کی معافی (Shmita) دولت کو ایک جگہ جمع ہونے سے روکنے کے طریقے ہیں۔ یہودیت میں مال کو منجمد کرنا خود غرضی اور معاشی ناانصافی تصور کیا جاتا ہے، کیونکہ اصل مقصد ضرورت مندوں کی مدد اور معاشرتی توازن ہے۔

عیسائیت

متّی میں دولت کے جمع کرنے کو روحانی نجات میں رکاوٹ بتایا گیا ہے فرمایا: ایک دولتمند آدمی کا بادشاہی خداوندی میں داخل ہونے کی نسبت اونٹ کا سوئی کے ناکے سے نکلنا آسان ہے۔"[31] بعض اوقات امیر لوگ مال و دولت کے اوپر خزانچی بن کر بیٹھ جاتے ہیں اور غریبوں کو کوئی چیز نہیں دیتے۔ حضرت عیسیٰؑ کے زمانے میں کچھ لوگ یعنی یہودی ظاہری شریعت کے مطابق عمل کرتے تھے لیکن غریبوں کو دینے میں بخل کرتے تھے۔ یہود کے اس طرز عمل کو بدلنے کے لیے انھیں دوسروں کو دینے کی ترغیب دی اور فرمایا: "اپنا مال اسباب بیچ کر خیرات کر دو اور اپنے لیے ایسے بٹوے بناؤ جو پرانے نہیں ہوتے یعنی آسمان پر ایسا خزانہ جو خالی نہیں ہوتا۔ جہاں چور نزدیک نہیں جاتا اور کیڑا خراب نہیں کرتا کیوں کہ جہاں تمہارا خزانہ ہے وہیں تمہارا دل بھی لگا رہے گا۔"[32]

بائبل کے عہد نامہ جدید میں ہم یہ پڑھتے ہیں کہ حضرت عیسیٰؑ نے بعض اوقات لوگوں سے کہا کہ اپنی ساری دولت چھوڑ دو یعنی سب کچھ خیرات کر دو جیسا کہ آپؑ نے ایک مال سردار سے کہا کہ اپنا سب کچھ بیچ کر غریبوں میں بانٹ دیں۔[33]

ابتدائی ادوار میں حضرت عیسیٰؑ پر ایمان لانے والے مال دار اپنے مکان اور کھیت بیچ کر آپؑ کے شاگردوں کو دیتے تھے۔ جدید علمی شرح "The New Interpreter's Bible" دولت کے ارتکاز اور اسے سنبھال کر رکھنے (Hoarding) کی سخت مذمت کرتی ہے۔ ابراہیمی مذاہب کا مشترکہ بیانیہ اکتنازِ زر کی نفی کرتا ہے۔ شروحات کے مطابق، دولت کو روک کر رکھنا معاشرے کے معاشی پہیے کو جام کرنا ہے، جو کہ سماجی عدل کے خلاف ایک جرم ہے۔ بائبل کی تعلیمات ارتکازِ دولت کے بجائے اس کی گردش (Circulation) پر زور دیتی ہیں۔"[34] گویا یہ ایک تربیت تھی کہ اپنے مال و اسباب میں غریبوں کا خیال ضرور رکھنا۔ اسی طرح اپنے مال میں سے کچھ حصہ اگر غریبوں کو دیا جائے تو غربت آہستہ آہستہ ختم ہو جائے گی۔

حسن سلوک

کمزور طبقات کے ساتھ رحم دلی اور عدل کا سلوک ہر مذہب کی بنیادی اخلاقیات میں شامل ہے۔ خاص طور پر مقروض افراد

اور غلاموں کے ساتھ ہمدردی اور مدد کو دینی فریضہ قرار دیا گیا ہے۔ اس عنوان میں ہم ان تعلیمات کو اجاگر کریں گے۔

دین اسلام

قرآن پاک نے متعدد موقعہ پر حسن سلوک کی تاکید کی ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے:

وَاعْبُدُوا اللهَ وَلَا تُشْرِكُوا بِهِ شَيْئًا وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا وَبِذِي القُربى واليتمى والمَسكِينِ وَالْجَارِ ذِي الْقُرْبَى وَالْجَارِ الْجُنُبِ والصَّاحِبِ بالجنب[35]

اور تم اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک مت ٹھہراؤ اور والدین کے ساتھ اچھا معاملہ کرو اور اہل قرابت کے ساتھ بھی، یتیم اور مسکین کے ساتھ بھی اور پاس والے پڑوسی کے ساتھ بھی اور اجنبی پڑوسیوں کے ساتھ بھی اور ہم مجلس کے ساتھ بھی۔

اسی طرح آپ ﷺ فرمایا:

وَلَا تُؤْذِهِ بِقِتَارِ قِدْرِكَ إِلَّا أَنْ تَغْرِفَ لَهُ مِنْهَا وَإِذَا اشْتَرَيْتَ فَاكِهَةً فَاهْدِلَهُ مِنْهَا فَإِن لَّمْ تَفْعَلُ فَأَدْخِلُهَا سِرًّا وَلَا يَخْرُجُ بِهَا وَلَدُكَ لِيَغِيظَ بِهَا وَلَدَهُ [36]

اپنے گھر میں لذیذ پکوان پکا کر اس کی خوشبو سے پڑوسی کا دل نہ دکھاؤ، بلکہ کچھ اس کے یہاں بھی بھیج دو حتیٰ کہ پھل خرید و تب بھی اسے کچھ کھلا دو، ایسا نہ ہو کہ تمہارا بچہ ہاتھ میں پھل لے کر کھاتا ہوا پڑوس میں جائے اور وہاں بچے اس کا منہ تکتے رہیں۔"

اسلامی معاشرے کے اندر باہمی اشتراک اور تعاون اور سماج کی کفالت کا سارا نظام منظر عام پر آجاتا ہے۔ سماجی کفالت کا حقیقی تعارف اس حدیث سے ہوتا ہے جس میں اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

الْمُؤْمِنُ لِلْمُؤْمِنِ كَالْبُنْيَانِ يَشُدُّ بَعْضُهُ بَعْضًا [37]

ایک مسلمان کو دوسرے مسلمان کے ساتھ ایک مضبوط عمارت کے اجزا کی طرح رہنا چاہیے جو ایک دوسرے سے جڑے ہوتے ہیں اور ان کے جڑنے سے ہی پوری عمارت کھڑی ہوتی ہے۔

دوسری حدیث میں آپ ﷺ نے فرمایا: مسلمانوں میں باہمی ہمدردی، محبت اور تعلق اس قسم کا ہونا چاہیے، جیسا کہ خود جسمانی اعضا کو ایک دوسرے سے ہوتا ہے۔ چنانچہ جب بھی کسی عضو میں تکلیف ہوتی ہے باقی ماندہ سارے ہی اعضا بخار کی تپش اور بے خوابی میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔[38]

قرآن کریم نے مسکینوں کو کھانا کھلانے اور ان کے ساتھ رعایت کرنے کی تاکید ہی نہیں کی اور نہ ہی ان کے ساتھ بدسلوکی پر محض عذاب سے ڈرایا دھمکایا، بلکہ ہر مسلمان صاحب ایمان کو اس کا پابند کیا کہ اس کو غریبوں کا حق سمجھے اور خود بھی اس حق کو انجام دے اور دوسروں کو بھی اس کی طرف متوجہ کرے، اور انھیں بتائے کہ ان کے حقوق ادا نہ کرنا خدا کی بڑی ناشکری اور دار آخرت میں جہنم کے عذاب کا باعث ہو گی اور سب سے بڑا عذاب یہ کہ خدا اس سے ناراض ہو گا۔

یہودیت

یہودیت میں احسان اور نرمی کو اہم مذہبی اوصاف سمجھا جاتا ہے، اور غریبوں، غلاموں اور مسافروں سے حسن سلوک کو خدا کی رضا کا ذریعہ قرار دیا گیا ہے۔ قرض معافی اور نرمی کے بارے فرمایا "اگر تمہارا بھائی تنگدست ہو جائے تو تم اس کا ہاتھ تھامو، خواہ وہ تمہارا ہم وطن ہو یا اجنبی۔"[39] ہر ساتویں سال، سبت کا سال، میں غریبوں کے قرضے معاف کیے جاتے تھے تاکہ غربت کا دائمی

تسلسل نہ رہے۔ کھیت کی پیداوار میں غریبوں کا حق کے متعلق فرمایا: "اپنے کھیت کے کونے نہ کاٹنا، گرے ہوئے پھل نہ چننا، وہ غریب، مسکین، یتیم اور پردیسی کا حق ہے۔"[40] "زیتون کے درخت کو صرف ایک بار جھاڑو، باقی پھل چھوڑ دو تاکہ وہ ضرورت مندوں کے لیے ہوں۔"[41] اسی طرح روٹی، کپڑا، پناہ دینے کی تلقین کی گئی فرمایا: "اپنی روٹی بھوکوں کو دے، ننگوں کو کپڑا پہنا، مظلوموں کو آزاد کرو... تب خداوند تجھ سے راضی ہو گا۔"[42]

یہودیت میں حسنِ سلوک (Gemilut Hasadim) کو ایک اعلیٰ ترین اخلاقی اور مذہبی فریضہ مانا گیا ہے، جو محض صدقہ دینے سے بھی بڑھ کر ہے۔ تورات کی تعلیمات کے مطابق انسانوں کے ساتھ نرمی، ہمدردی اور مروت کا برتاؤ کرنا خدا کی صفتِ رحیمی کی پیروی ہے، جس میں دشمنوں کے ساتھ بھی انصاف اور بیماروں کی عیادت شامل ہے۔ یہودی فلسفے کے مطابق دنیا تین ستونوں پر قائم ہے، جن میں سے ایک "حسنِ سلوک" ہے، کیونکہ اس کے بغیر معاشرتی امن اور انسانی وقار کا قیام ناممکن ہے۔

عیسائیت

مسیحی عقیدے کے مطابق حضرت عیسیٰ علیہ السلام غریبوں، محتاجوں، بھوکوں، پیاسوں اور بیماروں کو خوش خبری دینے آئے تھے۔ انہوں نے خوش خبری سنائی کہ غریب اور بھوکے خدا کی بادشاہی میں پہلے داخل ہوں گے۔ اس سلسلے میں یہاں پر عہد نامہ جدید سے چند اقتباسات نقل کیے جاتے ہیں:

- ”پھر اس نے اپنے شاگردوں کی طرف نظر کر کے کہا، مبارک ہو تم جو غریب ہو کیوں کہ خدا کی بادشاہی تمہاری ہے۔ مبارک ہو تم جو اب بھوکے ہو کیونکہ آسودہ ہوں گے۔ مبارک ہو تم جو اب روتے ہو کیونکہ ہنسو گے۔“[43]
- ”اور وہ ناصرہ میں آیا جہاں اس نے پرورش پائی تھی اور اپنے دستور کے مطابق سبت کے دن عبادت خانہ میں گیا اور پڑھنے کو کھڑا ہوا۔ اور یسعیاہ نبی کی کتاب اس کو دی گئی اور کتاب کھول کر اس نے وہ مقام نکالا جہاں یہ لکھا تھا کہ۔ خداوند کی روح مجھ پر ہے اس لیے کہ اس نے مجھے غریبوں کو خوش خبری دینے کے لیے مسح کیا۔ اس نے مجھے بھیجا ہے کہ قیدیوں کی رہائی اور اندھوں کو بینائی پانے کی خبر سناؤں۔[44]
- ”یسوع نے یہ سن کر اس سے کہا ابھی تک تجھ میں ایک بات کی کمی ہے۔ اپنا سب کچھ بیچ کر غریبوں میں بانٹ دے تجھے آسمان پر خزانہ ملے گا اور آ کر میرے پیچھے ہو لے۔“[45]

حضرت عیسیٰؑ اور آپ کے شاگردوں کا یہ بھی طریقہ کار تھا کہ وہ اپنی استطاعت کے مطابق چندہ اکٹھا کرتے تھے۔ یہ چندہ اکثر تو ان لوگوں پر خرچ ہوتا تھا جو مسیحیت کے پھیلانے میں مصروف تھے لیکن اس کے ساتھ وہ غریبوں پر بھی خرچ ہوتا تھا۔ ابتدائی ادوار میں یہ تجربہ زیادہ کامیاب رہا تھا اور دولت کے اشتراکی عمل میں اس سے غریبی کا خاتمہ ہوا تھا اور شاگردوں میں کوئی غریب اور محتاج نہیں رہا تھا۔[46]

کھانا کھلانے کی ترغیب

تینوں الہامی مذاہب اسلام، یہودیت اور عیسائیت میں کھانے پینے کو صرف جسمانی ضرورت ہی نہیں بلکہ ایک روحانی اور سماجی ذمہ داری کے پہلو سے بھی دیکھا جاتا ہے۔ ان مذاہب کی تعلیمات میں دوسروں کو کھانا کھلانے کو نیکی، صدقہ اور قربِ الٰہی کا ذریعہ قرار دیا گیا ہے۔ غرباء، مساکین، یتامیٰ اور مسافروں کو کھانا کھلانے کی تعلیمات تینوں ادیان میں مشترکہ طور پر موجود ہیں۔

دین اسلام

قرآن کریم نے مسکینوں کو کھانا کھلانے اور ان کے ساتھ رعایت کرنے کی تاکید کے ساتھ ساتھ ہر مسلمان صاحب ایمان کو اس کا پابند کیا کہ اس کو غریبوں کا حق سمجھے اور خود بھی اس حق کو انجام دے اور دوسروں کو بھی اس کی طرف متوجہ کرے۔ بائیں ہاتھ میں نامہ اعمال پانے والوں کے بارے میں ارشاد ہے: "اور جس کا نامہ اعمال اس کے بائیں ہاتھ میں دیا جائے گا تو وہ کہے گا کہ کیا اچھا ہوتا، کہ مجھ کو میرا نامہ اعمال ہی نہ ملتا اور مجھ کو بھی خبر نہ ہوتی کہ میرا حساب کیا ہے۔ کیا اچھا ہوتا کہ موت ہی خاتمہ کر دیتی، (افسوس) میرا مال میرے کچھ کام نہ آیا، میرا جاہ بھی مجھ سے گیا گزرا۔[47] پھر باری تعالیٰ انصاف پر مبنی فیصلہ کرتے ہوئے فرمائے گا اس شخص کو پکڑو اور اس کو طوق پہنادو پھر دوزخ میں اس کو داخل کرو، پھر ایک ایسی زنجیر میں جس کی پیمائش ستر گز ہے اس کو جکڑ دو۔[48]

اس وحشت اثر فیصلہ کے پس منظر میں وہ اسباب کیا ہیں، جس کی وجہ سے اتنا سخت حکم صادر ہوا، اس کی وجہ بیان کرتے ہوئے باری تعالیٰ کا ارشاد ہے: "یہ شخص خدائے بزرگ پر ایمان نہ رکھتا تھا اور (خود تو کسی کو کیا دیتا) اوروں کو بھی غریب آدمی کے کھلانے کی ترغیب نہ دیتا تھا۔"[49]

اسلام میں کھانا کھلانے کو بہترین اعمال اور جنت میں داخلے کا آسان ذریعہ قرار دیا گیا ہے، جو معاشرتی ہمدردی کی اعلیٰ مثال ہے۔ قرآن و سنت کی روشنی میں مسکینوں، یتیموں اور قیدیوں کو اللہ کی محبت میں کھانا کھلانا مومن کی بنیادی صفت ہے، جبکہ پڑوسی کو بھوکا چھوڑ کر خود پیٹ بھر کر سونا ایمان کی نفی سمجھا جاتا ہے۔ یہ عمل نہ صرف بھوک مٹانے کا ذریعہ ہے بلکہ دلوں میں محبت پیدا کرنے اور اللہ کا قرب حاصل کرنے کا ایک مؤثر راستہ بھی ہے۔

یہودیت

عہد نامہ قدیم کی روشنی میں اچھے سے اچھا انسان وہ نہیں ہے جو زیادہ مال دار اور طاقت ور ہو اور نہ وہ انسان جو ہر وقت روزہ رکھے بلکہ اچھا اور بہتر انسان وہ ہے جو اپنی روٹی کمزوروں، محتاجوں اور مسافروں کو کھلاتا ہے اور ان میں تقسیم کرتا ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ ایسے انسان سے خوش ہوتا ہے اور ایسے انسان کو عزت سے نوازتا ہے۔ جیسا کہ ارشاد ہے: "کیا وہ روزہ جو میں چاہتا ہوں یہ نہیں کہ ظلم کی زنجیریں توڑے اور جُوئے کے بندھن کھولے اور مظلوموں کو آزاد کرے بلکہ ہر ایک جوئے کو توڑ ڈالے۔ کیا یہ نہیں کہ تو اپنی روٹی بھوکوں کو کھلائے اور مسکینوں کو جو آوارہ ہیں اپنے گھر میں لائے اور جب کسی کو ننگا دیکھے تو اسے پہنائے اور تو اپنے ہم جنس سے روپوشی نہ کرے۔ تب تیری روشنی صبح کی مانند پھوٹ نکلے گی اور تیری صحت کی ترقی جلد ظاہر ہو گی۔ تیری صداقت تیری ہراول ہو گی اور خداوند کا جلال تیرا چنڈاول ہو گا۔ تب تو پکارے گا اور خداوند جواب دے گا تو چلائے گا اور وہ فرمائے گا میں یہاں ہوں۔ اگر تو اس جوئے کو اور انگلیوں سے اشارہ کرنے کو اور ہرزہ گوئی کو اپنے درمیان سے دور کرے گا۔ اور اگر تو اپنے دل کو بھوکے کی طرف مائل کرے اور آزردہ دل کو آسودہ کرے تو تیرا نور تاریکی میں چمکے گا اور تیری تیرگی دوپہر کی مانند ہو جائے گی۔ اور خداوند سدا تیری راہنمائی کرے گا اور خشک سالی میں تجھے سیر کرے گا اور تیری ہڈیوں کو قوت بخشے گا۔ پس تو سیراب باغ کی مانند ہو گا اور اس چشمہ کی مانند جس کا پانی کم نہ ہو۔ اور تیرے لوگ قدیم ویران مکانوں کو تعمیر کریں گے اور تو پشت در پشت کی بنیادوں کو برپا کرے گا۔ اور تو رخنہ کا بند کرنے والا اور آبادی کے لیے راہ کا درست کرنے والا کہلائے گا۔[50] اسی طرح ہے کہ "اگر تیرا دشمن بھوکا ہو تو اسے روٹی کھلا اگر وہ پیاسا ہو تو اسے پانی پلا۔"[51] مندرجہ بالا آیات میں کتنے زبردست طریقے سے یہود کو تعلیم دی گئی ہے کہ کمزوروں، محتاجوں اور مسافروں کی مدد کرو اگر وہ بھوکے ہیں تو ان کو کھانا کھلاؤ اگر وہ ننگے ہیں تو ان کو کپڑے پہناؤ اور ان کی ضرورت کو پورا کرو۔

عیسائیت

حضرت عیسیٰؑ نے اپنی زندگی میں خود کئی بار معجزاتی طریقوں سے ہزاروں لوگوں کو کھانا کھلایا۔ آپؑ نے اپنے ماننے والوں کو تاکیدی حکم فرمایا کہ ہر امیر پر لازم ہے کہ وہ غریب اور ناچار لوگوں کی مہمان نوازی کرے کیوں کہ مال دار لوگوں کی مہمان نوازی سے انسان میں بدلہ حاصل کرنے اور دیگر فوائد کا لالچ پیدا ہوتا ہے جب کہ غریبوں کی مہمان نوازی میں اس طرح کی کوئی لالچ نہیں آتی ہے۔ آپؑ نے ہر مسیحی پر یہ لازم کر دیا کہ غریبوں کی مہمان نوازی کریں۔ ”پھر اس نے اپنے بلانے والے سے یہ بھی کہا کہ جب تو دن کا یا رات کا کھانا تیار کرے تو اپنے دوستوں یا بھائیوں یا رشتہ داروں یا دولت مند پڑوسیوں کو نہ بلا تا کہ ایسا نہ ہو کہ وہ بھی تجھے بلائیں اور تیرا بدلہ ہو جائے۔ بلکہ جب تو ضیافت کرے تو غریبوں، لنجوں، لنگڑوں اور اندھوں کو بلا، تجھ پر برکت ہو گی کیوں کہ اس کے پاس تجھے بدلہ دینے کو کچھ نہیں اور تجھے راست بازوں کی قیامت میں بدلہ ملے گا۔“[52] اس نے بھوکوں کو اچھی چیزوں سے سیر کر دیا اور دولت مندوں کو خالی ہاتھ لوٹا دیا۔[53]

”تفسیر الکتاب“ میں انجیلِ لوقا کے حوالے سے بھوکوں کو کھانا کھلانے اور سخاوت کی اہمیت بیان کی گئی ہے۔ مسیحی تفسیری روایت میں خیرات کا تصور صرف ضرورت سے زائد مال دینے کا نام نہیں، بلکہ یہ اپنے بھائی کی ضرورت کو اپنی ضرورت پر مقدم رکھنے کا نام ہے۔ کھانا کھلانے کی ترغیب اس سماجی عدل کا حصہ ہے جہاں کوئی بھی بھوکا نہ سوئے، کیونکہ رزق پر سب کا حق ہے۔"[54] مسیحی عقیدے کے مطابق حضرت عیسیٰ علیہ السلام غریبوں، محتاجوں، بھوکوں، پیاسوں اور بیماروں کو خوش خبری دینے آئے تھے۔ انھوں نے خوشخبری سنائی کہ غریب اور بھوکے خدا کی بادشاہی میں پہلے داخل ہوں گے۔

حاصلِ بحث

ابراہیمی مذاہب اسلام، یہودیت اور عیسائیت اپنے بنیادی عقائد، اخلاقی تعلیمات اور انسانی فلاح و بہبود کے اصولوں میں گہری مشابہت رکھتے ہیں۔ یہ تینوں ادیان خدا کی وحدانیت پر ایمان، وحی کے تصور، اور انبیاء کی بعثت کو تسلیم کرتے ہیں۔ ان مذاہب میں صدق، عدل، رحم، دیانت، اور انسانی ہمدردی کو اعلیٰ اخلاقی اقدار کے طور پر پیش کیا گیا ہے۔ تینوں مذاہب محنت، رزقِ حلال، ظلم سے اجتناب، اور دولت کے غیر منصفانہ ارتکاز کی مذمت کرتے ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ ان میں خیرات، زکوٰۃ، عشر، یا تیتھ (tithe) جیسے باقاعدہ نظام موجود ہیں جو معاشرتی مساوات کے قیام اور افلاس کے خاتمے میں کلیدی کردار ادا کرتے ہیں۔۔ تینوں ابراہیمی مذاہب اسلام، عیسائیت اور یہودیت میں افلاس کے خاتمے اور معاشرتی بھلائی کے لیے کئی اہم اصول موجود ہیں جن میں اکتناز کی ممانعت، صدقہ و خیرات، حلال و حرام کی تمیز، غربت کی منصفانہ تقسیم، حسنِ سلوک، اور محنت و روزی کی اہمیت شامل ہیں۔ عیسائیت میں غربت کو روحانی بلندی کا ذریعہ تصور کیا گیا ہے اور ضرورت مندوں کی مدد کو نجات کا ایک راستہ کہا گیا ہے، جب کہ یہودیت میں غربت کو سماجی انصاف کے اصولوں سے جوڑ کر اسے نظم و ضبط کے ذریعے کم کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ گو کہ ان مذاہب کے فروعی احکام میں فرق ہے، مگر ان کی روح انسان دوستی، انصاف، اور فلاحی معاشرے کے قیام کی مشترکہ آواز ہے۔

References

1 Al-Qur'ān 4:32.
2 Al-Qur'ān 17:30.
3 Deuteronomy, 15:11.
4 Luke, 6:20; Mark, 12:41–42.

5 Matthew, 5:3.
6 Luke, 6:20.
7 James, 2:5.
8 Matthew Henry, *Commentary on the Whole Bible*, vol. 3 (Peabody, MA: Hendrickson Publishers, 1991), 812.
9 Al-Qur'ān 2:188.
10 Al-Qur'ān 7:85.
11 Leviticus, 19:13.
12 Leviticus, 19:9.
13 Matthew, 19:24.
14 Timothy, 6:10.
15 Luke, 10:3–11.
16 Matthew Henry, *Tafsīr al-Kitāb*, vol. 3 (Lahore: Masīḥī Ishāʿat Khānah, 2000), 479.
17 Al-Qur'ān 98:5.
18 Al-Qur'ān 9:103.
19 Al-Qur'ān 2:61–62.
20 al-Quḍāʿī, Abū ʿAbd Allāh Muḥammad ibn Salāmah, *Musnad al-Shihāb* (Beirut: Muʾassasat al-Risālah, 1986), ḥadīth no. 105.
21 Muḥammad ibn ʿĪsā al-Tirmidhī, *Jāmiʿ al-Tirmidhī* (Cairo: Maktabat Muṣṭafā al-Bābī al-Ḥalabī, 1975), Ḥadīth No. 2616
22 H. M. Polano, *Talmud* (London: Curzon Press, 1950), 12.
23 Polano, *Talmud*, 45.
24 Deuteronomy, 27:14.
25 Matthew, 6:2–4.
26 Malcolm Derrick, *Masīḥī Akhlāqiyāt* (Karachi: Christian Study Centre, 2005), 242.
27 Al-Qur'ān 9:34.
28 Al-Qur'ān 3:180.
29 Deuteronomy, 15:11.
30 Deuteronomy, 7:11–15.
31 Matthew, 19:24.
32 Luke, 12:33–34.
33 Luke, 18:18–30.
34 Leander E. Keck, ed., *The New Interpreter's Bible,* vol. 9 (Nashville: Abingdon Press, 2001), 215.
35 Al-Qur'ān 4:36
36 Yūsuf Banūrī, *Maʿārif al-Ḥadīth* (Karachi: Idārat al-Maʿārif, 1998), Ḥadīth No. 1439.
37 Muḥammad ibn Ismāʿīl al-Bukhārī, *Ṣaḥīḥ al-Bukhārī* (Riyadh: Dār al-Salām, 1997), Ḥadīth No. 2446.
38 Bukhārī, *Ṣaḥīḥ al-Bukhārī*, Ḥadīth No. 6011.
39 Leviticus, 25:35.
40 Leviticus, 19:9.
41 Deuteronomy, 19:24
42 Isaiah, 58:6–16.
43 Luke, 6:20–21.
44 Luke, 16:4–18.
45 Luke, 18:22.
46 Acts, 4:34–35.
47 Al-Qur'ān 69:25.
48 Al-Qur'ān 69:30.
49 Al-Qur'ān 69:33.
50 Isaiah, 58:6–16.
51 Proverbs, 21:25.
52 Luke, 14:12–14.
53 Luke, 1:53.
54 William MacDonald, *Tafsīr al-Kitāb: Tamām Bible kī Tafsīr*, trans. Pādrī R. G. Khalīq (Lahore: Masīḥī Ishāʿat Khānah, 2005), 620.